# اسلام میں غیر مسلم اقلیتوں کے حکومتی مناصب

## Governance Posts of non-Muslim Minorities in Islam

**Abdullah Masood**
*Ph.D Scholar Dept. of Islamic Studies*
*University of Gujrat, Gujrat*
*Email: amkthebest@gmail.com*
**Dr. Syed Hamid Farooq Bukhari**
*Lecturer, Department of Islamic Studies,*
*University of Gujrat, Gujrat*
*Email: bukhari292@gmail.com*

**Abstract**

Islam is only religion who secures as well as ensures all possible rights to its non-Muslim minorities living under its territory as it is claimed to be international and everlasting religion. Islam also promises whole man kind to deliver all the rights which are even specified for the believers (Muslims) such as right of religious freedom, social rights, basic rights and political rights. Political rights are considered an immense role in a social life as it is a basic key to be dominant in the society. Non-Muslim minorities are given all rights including religious, social, political as well as basic rights except there are some reservations regarding their governance posts in an Islamic state. As Islamic state is an ideological state so the people who don't believe in its ideology, how can be a part of it? Modernists often raise objections regarding this very issue so it is the need to over view the Islamic teachings related to this matter. In this article, it is to be discussed in the light of Qur'an, Sunnah and persistent practical model provided us by our Islamic traditions.

**Keywords**: Non-Muslims, minorities, governance posts, political areas, Islamic state

### تعارف:

دینِ اسلام نہ صرف ایک مکمل ضابطہِ حیات ہے بلکہ رہتی دنیا تک کے لیے دستور العمل اور ذریعہِ نجات بھی ہے۔یہی وجہ ہے کہ اس کا دامن بہت وسیع اور عالمگیر ہے اور اپنے دائرے میں کائنات کی ہر معمولی و غیر معمولی شے کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔اس میں نہ صرف ماننے والوں کے لیے بلکہ نہ ماننے والوں کے لیے بھی مکمل راہنما اصول دیے گئے ہیں اور اِن زریں اصولوں پر عمل پیرا ہو کر ہی دنیا امن و سلامتی کا گہوارہ بن سکتی ہے۔

بعثتِ رسالتِ محمدی ﷺ کے بنیادی مقاصد میں سے ایک یہ ہے کہ ایک ایسا اسلامی معاشرہ یا ریاست قائم کی جائے جہاں اسلامی شریعت کی بالادستی ہو اور عدل و انصاف کا بول بالا ہو۔ یہ مقصد اس وقت تک شرمندہِ تعبیر

نہیں ہو سکتا جب تک تمام طبقات کو یکساں بنیادی حقوق حاصل نہ ہوں۔ اسی مقصد کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر اسلام اپنے نام لیواوں سے ایک ایسا اسلامی معاشرہ قائم کروانا چاہتا ہے جہاں ایمان والوں کے ساتھ ساتھ غیر مسلموں کو بھی تمام سماجی، سیاسی، مذہبی اور قانونی حقوق حاصل ہوں۔

اسلامی ریاست میں غیر مسلموں کو تمام بنیادی حقوق حاصل ہوتے ہیں ماسوائے بعض سیاسی حقوق کے جو اِسلام نے اپنے ماننے والوں کے لیے مخصوص کیے ہیں۔ حکومتی مناصب کی تخصیص کی بنیادی حکمت سیاسی بالا دستی ہے کیونکہ اس کے بغیر ایک ایسا اسلامی نظامِ حکومت وجود میں نہیں آسکتا جہاں اللہ تبارک وتعالیٰ کے عطا کردہ قوانین سے فیض یاب ہوا جاسکے۔ یہ مقدس فریضہ ایسے افراد ہی کے ہاتھوں سر انجام دیا جاسکتا ہے جو دل و جان سے اسلامی ریاست کو اپنے تمام اصول و ضوابط کے ساتھ پنپتا دیکھنا چاہتے ہوں اور اس کے اثرات سے بخوبی واقف ہوں۔

اسلامی ریاست چونکہ ایسے سیاسی حقوق (حکومتی مناصب کی تفویض) کو صرف مسلمانوں تک ہی محدود کرتا ہے اور غیر مسلم اقلیتوں کو ایسے حقوق سے دستبردار کرتا ہے تو بعض دفعہ معترضین اور متجددین کی جانب سے تنقید کا سامنا ہوتا ہے کہ اسلام نے غیر مسلم اقلیتوں کو محروم کیوں رکھا ہے؟ اور اس معاملے میں اسلام کے نام لیوا اس قدر تنگ نظر کیوں ہیں کہ درج بالا سیاسی حقوق سے اپنے معاندین کو تہی دامن رکھتے ہیں؟ اس لیے یہ جاننا ضروری ہے کہ شارعِ حقیقی اور رسولِ عربی ﷺ نے ایسی حدود کا اطلاق کیا ہے یا وارثینِ علمِ نبوت (علمائے کرام) کی جانب سے ایسی جسارت کی گئی ہے؟

اسی ضمن میں یہ جاننا بھی اہم ہے کہ ریاست کی نوعیت بدلنے سے کس طرح اور کون سے حقوق دستیاب یا عدم دستیاب ہو سکتے ہیں؟ اسلامی تاریخ میں اگر کبھی ایسا اقدام (غیر مسلموں کو کلیدی عہدوں پر متمکن) کیا گیا تو کیا یہ انفرادی فعل تھا یا فقہائے امت کی جانب سے اسے پذیرائی حاصل تھی؟ فی زمانہ کون سے حکومتی عہدے اور مناصب غیر مسلم اقلیتوں کے لیے مناسب اور موزوں ہو سکتے ہیں؟ انہی سوالات کے جوابات جاننے کے لیے ہی یہ مسودہ تیار کیا گیا ہے۔

## اسلام میں غیر مسلم اقلیتوں کے حکومتی مناصب:

دینِ اسلام کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے کہ رنگ، نسل، دولت یا مذہب کی تمیز و تفریق کے بغیر انسانوں کو حقوق بہم پہنچاتا ہے اور تمام انسانیت کو آدم علیہ السلام کی اولاد ہونے کی بنا پر شرف و امتیاز کا حقدار سمجھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ صرف مسلمانوں کا ہی رب نہیں بلکہ تمام انسانوں کا رب ہے اور حضرت محمد ﷺ صرف مسلمانوں کے لیے ہی نہیں بلکہ تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں۔ اس لیے اللہ رب العزت انسان سے بطورِ خلیفہ و

نائب کے یہ مطالبہ کرتا ہے کہ ایک ایسا ہمہ گیر معاشرہ قائم کریں جہاں تمام انسانوں کو بنیادی حقوق کے ساتھ ساتھ مذہبی آزادی حاصل ہو۔ دین و مذہب کے اختیار کی اس آزادی کی بِنا پر بعض امانتیں اضافی طور پر بھی اہلِ ایمان کو عطا کی گئی ہیں، ان میں سے سرِ فہرست، اسلامی ریاست کے کلیدی عہدوں اور مناصب پر متمکن ہونا ہے۔

اسلام کے پیشِ نظر جو اسلامی نظام کا قیام و نفاذ ہے، وہ ایک مکمل اور خالص اسلامی ریاست ہی کی صورت میں ممکن ہے، بجز اس کے کئی محرومیاں اور خامیاں دامنِ ریاست پر باقی رہ جائیں گی اور وہ تمام ثمرات و فوائد جو غلبہِ اسلام کی صورت میں اہلِ عالم کو میسر ہو سکتے ہیں، اس سے بہرہ مند نہیں ہوا جا سکے گا۔ اسی مقصد کے حصول کے لیے اسلام نظامِ مملکت ایسے افراد ہی کے ہاتھوں میں تھمانا چاہتا ہے جو اسلام کے اجتماعی نظام کو ہر جہت سے نہ صرف جانتے ہوں بلکہ ان کی تربیت بھی اسی نہج پر ہو چکی ہو۔ ظاہر ہے کہ یہ تمام مقاصد ایسے افراد کے ہاتھوں میں اہم عہدوں کی تفویض سے کیونکر ممکن ہو سکیں گے جو نہ صرف یہ کہ اسلامی ریاست کے اصول و مبادی سے منحرف ہوں بلکہ وہ ایسے عہدوں کے لیے اسلام کی مقرر کردہ اہلیت پر بھی پورا نہ اترتے ہوں۔

غیر مسلموں کو ریاست کے کلیدی عہدوں پر متمکن نہ کرنے کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ اسلامی ریاست ایک نظریاتی اور اصولی ریاست ہوتی ہے جس میں حاکمیتِ اعلیٰ اور اقتدارِ اعلیٰ کا مالک اللہ رب العزت ہوتا ہے جس کا عملی نمونہ نبیِ مہرباں ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم نے عالمِ انسانیت کے سامنے پیش کیا۔ اسلامی ریاست کے اسی بنیادی اور اصولی نظریہ سے اختلاف کرنے والا بھلا ایسی ریاست کا ناظم و حاکم کیسے ہو سکتا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ ایسا شخص جو اللہ تعالیٰ کی حاکمیت پر ایمان نہیں رکھتا، بھلا وہ کیسے حاکمِ مطلق کے احکام و ہدایات بحیثیتِ مقتدرِ اعلیٰ کے نافذ کر سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس حقیقت کو یوں بیان فرماتا ہے:

"أَفَمَن كَانَ مُؤْمِنًا كَمَن كَانَ فَاسِقًا ۚ"[1]

"کیا مومن مثل ہو سکتا ہے اس کے جو فاسق ہو؟"

درج بالا اصول پر صرف اسلام ہی کاربند نہیں بلکہ دنیا کی دیگر ریاستیں بھی اس پر کوئی سمجھوتہ کرنے کے لیے آمادہ نہیں ہوتیں مثلاً جو شخص اشتراکیت (کمیونزم) پر یقین نہیں رکھتا، وہ روس اور چین میں حکومت کا رازدار اور امین نہیں بنایا جاتا۔ یہی حال سرمایہ دارانہ نظامِ مملکت کی حامل ریاستوں کا بھی ہے کہ اگر کوئی سرمایہ داریت (کیپٹلزم) کو نہیں مانتا تو وہ کسی بھی صورت حکومتی عہدوں کیلئے اہل نہیں ہو سکتا۔ صلاح الدین صاحب نے اس ضمن میں اپنی کتاب "بنیادی حقوق" میں یہ سوال اٹھایا ہے کہ آخر دنیا کا کون سا ایسا قانون ہے جو اقراری اور انکاری کو مساوی الحیثیت قرار دے۔[2]

انسانوں میں بعض ایسے ہیں جو دل و جان سے اللہ رب العزت کو حاکمِ مطلق اور اس کے پسند فرمودہ دین کو بطورِ کامل ضابطۂ حیات تسلیم کرتے ہیں، انہی کو مخاطب کر کے اللہ تبارک و تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے:

"یا أَیُّھَا الَّذِینَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ لَا یَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاءُ مِنْ أَفْوَاهِهِمْ وَمَا تُخْفِي صُدُورُهُمْ أَكْبَرُ ۚ"[3]

"اے ایمان والو! اپنے علاوہ کسی شخص کو راز دار نہ بناؤ، وہ تمہاری بدخواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھتے۔ ان کی دلی خواہش ہے کہ تمہیں تکلیف پہنچے، عداوت ان کے منہ سے ظاہر ہو چکی ہے اور جو کچھ ان کے سینوں میں پوشیدہ ہے، وہ کہیں زیادہ ہے۔"

مولانا اشرف علی تھانویؒ اس آیتِ مبارکہ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ "غیر مذہب والوں سے خصوصیت کی ممانعت میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کو اپنا ہم راز نہ بنایا جائے اور خاص امورِ انتظامی میں بھی انہیں شامل نہ کیا جائے۔"[4]

قاضی ابو یعلی اس آیتِ مبارکہ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"وفی ھذہ الایة دلالة علی انہ لا یجوز الاستعانة باھل الذمة فی امور المسلمین من العمالات والکتبة"[5]

"اس آیت میں یہ دلیل موجود ہے کہ ذمیوں میں سے جو کاریگر اور محرر ہیں، ان سے مسلمانوں کے معاملات میں استعانت جائز نہیں۔"

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بصرہ میں ایک نصرانی کو محصولات کا نگران مقرر کرنے کی اجازت چاہی کہ یہاں اس وقت کوئی بھی شخص خراج و محصولات کا ماہر نہیں ہے تو خلیفۂ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ نے اس خط کے جواب میں انہیں روکنے کے لیے محض اتنا لکھا کہ

"مات النصرانی والسلام"

"نصرانی فوت ہو گیا، والسلام"

یعنی یہ فرض کر لو کہ وہ وفات پا گیا ہے، اب جو انتظامات اس کی وفات کے بعد کرنے تھے، اب کر لو۔ جواباً حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے لکھا:

"یا امیر المومنین! لی کتابتہ ولہ دینہ"

"اے امیر المومنین! میرے لیے اس کی کتابت ہے جبکہ اس کا دین خود اس کے لیے ہے۔"

جواباً حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے لکھا:

"لا اکرمھم اذاھانھم اللہ ولا اعزھم اذاذلھم اللہ ولا ادنیھم اذاقصاھم اللہ"[6]

"جب اللہ تعالیٰ نے انہیں (ان کے کفر کی وجہ سے) قابلِ اہانت ٹھہرایا ہے تو میں انہیں عزت کیسے دلوا سکتا ہوں اور میں ان کی عزت نہیں کروں گا جبکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل قرار دیا ہے اور جب اللہ تعالیٰ نے انہیں دور کر دیا ہے تو میں انہیں قریب نہیں کروں گا۔"

اسی کی مناسبت سے فقہ حنفی کا قاعدہ ہے کہ جو شخص خراج و محصولات اکٹھی کرے، اس کا مسلمان ہونا ضروری ہے۔ اس کی دلیل میں یہ آیتِ مبارکہ پیش کی گئی ہے:

"وَلَن يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا"[7]

"اور اللہ تعالیٰ نے کافروں کے مسلمانوں پر غالب آنے کی کوئی سبیل نہیں رکھی ہے۔"

خود حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اہلِ کتاب (غیر مسلموں) میں سے کسی کو اپنا مشیر اور کاتب اس لیے نہیں بنایا کہ

"قد اتخذت اذاًبطانۃ من دون المومنین"[8]

"اگر میں اہلِ ایمان کے سوا کسی اور کو راز دار بناؤں گا تو یہ نصِ قرآنی کے خلاف ہو گا۔"

صلاح الدین صاحب اسی طرزِ فکر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہاسلام کا یہ پہلو ہدفِ تنقید کی بجائے تعریف کیے جانے کے لائق ہے کہ وہ اللہ کے باغیوں اور غداروں کو حدودِ ریاست میں نہ صرف امن و سکون سے رہنے کی اجازت دیتا ہے بلکہ انہیں مسلمانوں کے مساوی انسانی حقوق بھی دیتا ہے۔ ان کے درمیان فرق صرف اتنا ہے کہ مسلمان اللہ تعالیٰ کی حاکمیتِ اعلیٰ کو تسلیم کرنے کی بناپر اس کے نفاذ کے ذمہ دار بنائے گئے ہیں جبکہ غیر مسلم اس حاکمیت کو نہ ماننے کے باعث ہی اس ذمہ داری میں شریک نہیں کیے گئے۔[9]

اس حوالے سے وہی افراد مغالطے کا شکار ہو کر اعتراض کی طرف جاتے ہیں جو دینِ اسلام کو وجہِ قومیت تسلیم نہیں کرتے بلکہ اس کے برعکس رنگ، نسل اور ملک کو بنائے قومیت تصور کرتے ہیں اور یہ خواہش کرتے ہیں کہ ایک علاقے اور ملک میں بسنے والوں کو ہی حکومت کا حصہ ہونا چاہیے۔ مولانا امین احسن اصلاحیؒ اس حوالے سے سیر حاصل تبصرہ کرتے ہوئے رقمطراز ہیں:

"اس تفریق کا باعث کوئی مذہبی تعصب نہیں ہے بلکہ اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ وہ قومیت کے ان وسیع تصورات کو جو اسلام پیش کرتا ہے، اپنانے کی بجائے ایسے محدود تصورات پر اصرار کرتے ہیں جن سے امن و سلامتی کی بجائے زمین میں ہمیشہ فساد برپا رہا ہے۔"[10]

درج بالا تصریحات کے پیشِ نظر ہی اسلامی ریاست میں شہریوں کی دو اقسام ہیں:

I. مسلمان

II. ذمی

سید مودودیؒ شہریوں کی اسی تقسیم کی توجیہ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اسلام نے اسے دوٹوک انداز میں بغیر کسی مکر و فریب کے ظاہر کر دیا ہے، اس کے برعکس دیگر اقوام و مذاہبِ عالم نے اس تقسیم کو متنازع بنا دیا ہے کہ یا تو حریف کو سرے سے ہی منہدم کر دیا ہے یا اسے شودر بنا دیا ہے۔[11] گویا اس تفریق کے نتیجے میں دینِ اسلام نے غیر مسلموں کو سیاسی حقوق میں سے بعض سے تو مستثنیٰ رکھا ہے لیکن قانونی حقوق بلا فرق و امتیاز فراہم کیے ہیں۔

۵ویں صدی کے امام قرطبیؒ نے ایک ہزار سال پہلے ہی متنبہ کر دیا تھا:

"وقد انقلبت الاحوال فی ھذہ الأزمان باتخاذ أھل الکتاب کتبۃ وأمناء وتسودوا بذلک عند جھلۃ الأغنیاء من الولاۃ والأمراء"[12]

"اس دور میں حالات میں اس قدر تغیر و تبدل آچکا ہے کہ اہلِ کتاب کو رازدار اور امین بنالیا گیا ہے اور یوں وہ بطورِ جاہل اغنیا و امرا مسلط ہو گئے ہیں۔"

اس میں کوئی شک نہیں اگر اسلامی تاریخ کا بغور مطالعہ کیا جائے تو یہ بات عیاں ہو گی کہ اسلامی غلبہ کے زوال میں بدلنے کے بنیادی اسباب میں سے سر فہرست غیر مسلموں کو اہم عہدوں پر فائز کرنا ہے۔

افسوس کہ آج بعض متجددین غیر مسلموں کو حکومتی مناصب پر فائز نہ کرنے کو تنگ نظری اور تعصب سمجھتے ہیں، حالاں کہ ہمارا ذاتی معاملاتِ زندگی میں یہی رویہ ہوتا ہے کہ اگر ہمارا خونی بھائی ہمارے ساتھ خیر خواہ نہ ہو تو ہم اسے بھی ہم راز نہیں بناتے مگر جس کی بدخواہی کا اعتراف (لَا يَأْلُونَكُمْ خَبَالًا وَدُّوا مَا عَنِتُّمْ) خود اللہ رب العزت نے کیا ہے، اس پر نکتہ چینی کرتے ہیں۔

سیاسی و سرکاری عہدے و مناصب کے حوالے سے عام افراد اس مغالطے کا بھی شکار ہیں کہ یہ اہلِ ملک اور شہریوں کا حق ہے جبکہ اس حوالے سے اسلامی نقطۂ نظر یہ ہے کہ یہ مناصب شہریوں کا حق نہیں بلکہ امانت ہیں اور

انہی افراد کو سپرد کیے جائیں گے جو اس کے اہل ہوں اور مطلوبہ شرائط کے حامل ہوں۔ احکم الحاکمین کا ارشادِ پاک ہے
:

"إِنَّ اللّٰهَ يَأْمُرُكُمْ أَن تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا"[13]

"بے شک اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانت والوں کی امانتیں ان کو دے دو۔"

گویا سرکاری عہدے و حکومتی مناصب اہل افراد کے سپرد کرنا ہی امانت ان کے سپرد کرنا ہے۔

درج بالا آیتِ مبارکہ کے حوالے سے اکثر مفسرین کرام کا قول یہی ہے کہ یہ امرا و حکام کے حوالے سے نازل ہوئی ہے۔ یہ آیتِ مبارکہ نبی کریم ﷺ پر فتحِ مکہ کے دن اس وقت نازل ہوئی جب آپ ﷺ کے دستِ اقدس میں کعبہ کی کنجیاں دی گئی تھیں۔ اس کے شانِ نزول سے بھی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ یہاں امانت سے مراد حکومتی مناصب کی تفویض ہے۔[14]

حکومتی عہدے نہ صرف یہ کہ ایک قومی امانت ہے بلکہ انتہائی نازک ذمہ داری بھی ہے۔ اس حوالے سے درج ذیل حدیثِ مبارکہ ملاحظہ ہو:

"عَنْ أَبِي ذَرٍّ، قَالَ: قُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ، أَلَا تَسْتَعْمِلُنِي؟ قَالَ: فَضَرَبَ بِيَدِهِ عَلَى مَنْكِبِي، ثُمَّ قَالَ: «يَا أَبَا ذَرٍّ، إِنَّكَ ضَعِيفٌ، وَإِنَّهَا أَمَانَةُ، وَإِنَّهَا يَوْمَ الْقِيَامَةِ خِزْيٌ وَنَدَامَةٌ، إِلَّا مَنْ أَخَذَهَا بِحَقِّهَا، وَأَدَّى الَّذِي عَلَيْهِ فِيهَا"[15]

"حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہا: میں نے عرض کی: یارسول اللہ ﷺ! کیا آپ مجھے عامل نہیں بنائیں گے؟ آپ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا: "ابوذر! تم کمزور ہو، اور یہ امانت ہے اور یہ قیامت کے دن رسوائی اور شرمندگی کا باعث ہوگی، سوائے اس شخص کے جس نے اسے حق کے ساتھ قبول کیا اور اس کی عائد کردہ ذمہ داری کو (احسن طریقے سے) ادا کیا۔"

اسی طرح مقدام بن معدی کربؓ بھی روایت کرتے ہیں کہ نبی پاک ﷺ نے میرے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ اے قُدیم! تو کامیاب ہوا اگر اس حال میں فوت ہوا کہ نہ امیر بنا، نہ سیکرٹری اور نہ قوم کا سردار۔[16]

حکومتی عہدوں کی حرص و لالچ کو بھی مذموم قرار دیا گیا ہے:

"عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّكُمْ سَتَحْرِصُونَ عَلَى الْإِمَارَةِ وَسَتَكُونُ نَدَامَةً يَوْمَ الْقِيَامَةِ"[17]

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، تم حکومت کی حرص کروگے اور یہ بروزِ قیامت تمہارے لیے شرمندگی کا باعث ہوگی۔"

ایک اور حدیثِ مبارکہ میں ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اپنے دو چچازاد بھائیوں کے ہمراہ امام الانبیا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور منصب کی چاہت کی تو نبی پاک ﷺ نے انہیں یوں تنبیہ فرمائی:

"ان اخونکم عندنا من طلبہ"

"بے شک تم میں سے ہمارے ہاں سب سے بڑا خائن وہ ہے جو اسے طلب کرے۔"

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

"فلم یستعن بھما علی شيئ حتی مات"

"آپ ﷺ نے ان دونوں میں سے کسی کو بھی کوئی منصب عطا نہیں کیا حتیٰ کہ آپ ﷺ کا وصال ہو گیا۔"

18

درج بالا روایات سے یہ عیاں ہوتا ہے کہ عہدہ و منصب کا طلب کرنا شرعاً ممنوع ہے اور عہدہ و منصب حق نہیں ہوتا ورنہ اس کا طلب کرنا مذموم نہ ہوتا۔

مزید یہ کہ اسلامی حکومت کے کلیدی عہدوں کے لیے سب سے پہلی شرط انسان کا مسلمان ہونا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوْا اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ"[19]

"اے ایمان والو! اطاعت کرو اللہ کی اور اس کے رسول کی اور صاحبِ اختیار (حاکموں) کی بھی جو تم میں سے ہوں۔"

اکثر فقہا و مفسرین کے نزدیک اولی الامر سے مراد امرا و حکام ہیں اور منکم سے اس بات کی صراحت ہو گئی کہ ان کا اہلِ ایمان میں سے ہونا لازمی شرط ہے۔ درج بالا آیتِ مبارکہ میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کے ساتھ صاحبِ اختیار کی اطاعت کا حکم دیا گیا ہے لیکن ان کی اطاعت کے لیے ضروری ہے کہ اس سے قرآن و سنت کی خلاف ورزی لازم نہ آتی ہو۔ لہٰذا مسلمانوں کے لیے غیر مسلموں کی اطاعت بر تسلیم و رضا جائز نہیں، یہی وجہ ہے کہ انہیں مسلمانوں پر حاکم نہیں بنایا جا سکتا۔

اسی بات کی تائید قرآنِ مجید کی درج ذیل آیتِ مبارکہ سے بھی ہوتی ہے:

"وَاَمْرُھُمْ شُوْرٰی بَیْنَھُمْ"[20]

"اور معاملات اُن کے طے ہوتے ہیں باہمی مشورہ سے۔"

درج بالا آیتِ مبارکہ کی روشنی میں مجلسِ شوریٰ یا دورِ حاضر کی اصطلاح میں قومی و سینٹ اسمبلی کا ممبر منتخب ہونے کے لیے بھی اہلِ ایمان میں سے ہونا لازمی ہے۔ علامہ ماوردیؒ نے ذمیوں کے حکومتی مناصب کی تفویض کے حوالے سے شرائط اور اختیارات نقل کیے ہیں کہ ذمی (غیر مسلم اقلیت) وزیرِ تنفیذ تو ہو سکتا ہے لیکن وزیرِ تفویض نہیں ہو سکتا یعنی وہ نہ تو احکام نافذ کر سکتا ہے، نہ ہی فوجداری مقدمات کا تصفیہ کر سکتا ہے، سرکاری عہدے دار مقرر کرنے کا حق بھی نہیں رکھتا، کوئی بھی جنگی انتظامات نہیں کر سکتا، خزانے پر نہ ہی اختیار رکھتا ہے اور نہ ہی کوئی مطالبہ کر سکتا ہے۔[21]

حکومتی عہدہ تفویض نہ کرنے کی بنیادی وجہ انہیں امین، معتمد اور خاص نہ بنانا ہے جس کی قرآنی نص (لَا تَتَّخِذُوا بِطَانَةً مِّن دُونِكُمْ) سے واضح طور پر تردید کی گئی ہے اور یوں مشاورت میں انہیں شامل کرنے سے رازوں سے واقفیت کا خدشہ بھی منڈلاتا رہے گا۔ البتہ اگر ان میں سے کوئی اندیشہ لاحق نہ ہو یا اس کے تدارک کی کوئی صورت پیدا کر لی جائے تو پھر ایسا ممکن ہو سکتا ہے۔

ڈاکٹر حافظ سعد اللہ صاحب اسلامی ریاست کی مجلسِ شوریٰ کے فرائض کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ اسلامی ریاست کی مجلسِ شوریٰ کے فرائض میں نئے مسائل سے متعلق اسلامی قانون کی تشریح و تعبیر میں اجتہاد سے کام لینا اور نفاذِ اسلام کی عملی تدابیر پر غور و تدبر کرنا بھی شامل ہے تو جو شخص مسلمان ہی نہ ہو، وہ بھلا یہ ذمہ داری کیسے سر انجام دے سکتا ہے؟ اس لیے مسلمانوں کا نمائندہ بننے کے لیے ضروری ہے کہ اسلامی شریعت کے احکام و قوانین پر غیر متزلزل ایمان و یقین ہو۔[22]

الغرض وہ تمام کلیدی عہدے اور مناصب جن کیلئے مسلمان ہونا لازمی ہے یا وہ عہدے جو نفاذِ اسلام یا پالیسی سے متعلق ہوں مثلاً خلافت، امارتِ جہاد، وزارت اور اسی سے متعلقہ شعبے غیر مسلموں کے سپرد نہیں کیے جا سکتے۔ ہاں البتہ ایسے عہدے جن میں اسلام شرط نہیں جیسا کہ کتابت کی تعلیم یا حکم کی تنفیذ سے متعلقہ کوئی کام یا ایسے کام جو بطورِ خاص غیر مسلموں سے متعلق ہوں۔[23]

## حاصلِ بحث:

درج بالا تمام تصریحات سے یہ بات عیاں ہوتی ہے کہ اسلامی ریاست میں غیر مسلم اقلیتوں (ذمیوں) کو تمام بنیادی و قانونی حقوق حاصل ہوتے ہیں اور ان کی ادائیگی میں مسلمان اور غیر مسلم میں کوئی فرق روا نہیں رکھا جاتا البتہ بعض سیاسی حقوق (جیسا کہ کلیدی عہدوں کی تفویض) کو اہلِ ایمان کیلئے خاص کیا گیا ہے کیونکہ اسلامی ریاست ایک نظریاتی ریاست ہوتی ہے اور ایسے افراد جو اس کے نظریہ پر اعتقاد نہ رکھتے ہوں، انہیں اس میں شامل نہیں کیا جا

سکتا۔ اسلامی ریاست کا یہ اصول منفرد نہیں، دنیا کی دیگر اقوام بھی ایسے افراد کو جو ان کے نظریہ سے مماثلت نہ رکھتے ہوں، انہیں محروم رکھتی ہے۔

اس حوالے سے ایک غلط فہمی کا ازالہ بھی ضروری ہے کہ یہ مناصب کسی کے حقوق میں سے نہیں ہیں بلکہ شریعت کی نظر میں یہ امانت ہیں اور ان کو ایسے افراد کے سپرد ہرگز نہیں کیا جا سکتا جو اس کا مطالبہ یا خواہش رکھتے ہوں۔

مزید یہ کہ حکومتی مناصب کی تفویض اور مجلسِ شوریٰ کی رکنیت کے لیے اہلِ ایمان کی شرط نصوصِ شرعیہ (قرآن و سنت) سے اخذ کی گئی ہے، اس لیے اس میں اسلامی ریاست کو اختیار حاصل نہیں کہ اس میں من مانی کر سکے۔ ہاں مگر ایسے عہدے جو تنفیذ سے وابستہ ہوں، غیر مسلموں کے خاص امور سے متعلقہ ہوں اور ان میں اسلام شرط نہ ہو، ان پر غیر مسلموں کو متمکن کیا جا سکتا ہے۔

---

## حوالہ جات

[1] القرآن ۱۸:۳۲

Al-Quran 18:32

[2] صلاح الدین، محمد، بنیادی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور، ۱۹۷۷، ص ۱۴۴

Salahuddin, Muhammad, Fundamental Rights, Idara Tarjuman ul Quran, Lahore, 1977 A.D, 144

[3] القرآن ۳:۱۸

. Al-Quran 3:18

[4] تھانوی، مولانا اشرف علی، بیان القرآن، پاک کمپنی، لاہور، ص ۱۳۴

Thanvi, Maulana Ashraf Ali, Bayan ul Quran, Pak Company, Lahore, 134

[5] ابن الجوزی، الامام ابو الفرج جمال الدین عبدالرحمن بن علی بن محمد، زاد المسیر فی علم التفسیر، المکتب الاسلامی، الطبعة الثالثة، ١٤٠٤هـ، ٤٤٧/١

Ibn Al Jozi, Al- Imam Abul Farj Jamal-ud-din Abdul Rahman ibn Ali ibn Muhammad, Zad ul Maseer fi Ilm al Tafseer, Al Maktaba ul Islami, 3rd edition, 1404H, 1/447

[6] ابن قیم، شمس الدین الجوزی، احکام اهل الذمة، دارالکتاب العلمة، بیروت، الطبعة الاول، ١٤١٥هـ، ١٦٥/١

Ibn e Qayam, Shamas-ul-Deen Al-Jozi, Ahkam e Ahal-u-Zimma, Dar-ul-Kitab Al-Ilmia, Bairoot, 1st edition, 1415H, 1/165

[7] القرآن ١٤١/٤

Al-Quran 4:141

[8]ابن ابی شیبة، امام ابو بکر، مصنف ابن ابي شيبة، كتاب الاضافة المستخدمين، باب اتخاذ كاتب النصراني، ٨/٤٧٠، رقم الحديث ٢٦٣٩٢

Ibn Abi Shaybah,Imam Abu BAkr, The Musannaf Ibn Abi Shaybah, book Izafat al Mustakhdimeen…, chap. Fi ittehaz katib Nasrani, 8/470, 26392

صلاح الدین، بنیادی حقوق، ادارہ ترجمان القرآن، لاہور،[9] ۱۴۴

Salah ud Din, Fundamental Rights, Idara Tarjaman ul Quran, Lahore, 144

[10]اصلاحی، امین احسن، اسلامی ریاست، دارالتذکیر، لاہور، ۲۰۰۶، ص ۹۹

Islahi, Ameen Ahsan, Islamic State, Dar-ul-Tazkeer, Lahore, 2006 A.D, 99

[11]مودودی، سید ابوالاعلیٰ، اسلامی ریاست، اسلامک پبلیکیشنز، لاہور، ۱۹۶۷، ۳۷۴-۳۷۷

Maududi, Syed Abul Ala, Islamic State, Islamic Publications, Lahore, 1967 A.D, 374-377

[12]القرطبي، ابو عبدالله محمد بن احمد بن ابو بكر، الجامع لاحكام القران، ٤/١٧٨

Al Qartabi, Abu Abdullah Muhammad ibn Ahmad ibn Abu Bakr, Al Jamae li Ahkam al Quran, 178/4

[13]القران ٤:٥٨

Al-Quran 4:58

[14]ابن كثير، عماد الدين، تفسير القران العظيم، ٢/٣٣٨

Ibn Kathir, Imad ud-Din, Tafsir al Quran al azim, 338/2

[15] مسلم، الحجاج، الجامع الصحيح، كتاب الامارة، باب كراهة الامارة غيرضرورة، ٤٧١٩

Muslim, Al Hajjaj, Al Jamae al sahih, Book The Imarah, chap dislikeness of imarah without need, 4719

[16]السجستانی، امام ابو داود، السنن ابی داود، كتاب الخراج والامارة والفیء، باب العرفة، ٢٩٣٣

As Sijistani, Imam Abu Dawood, Sunan Abī Dāwūd, The book of Kharaj, Emirate and Fay, chap. Representation of the nation, 2933

[17]البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، كتاب الاحكام، باب ما يكره من الحرص على الامارة، ٧١٤٨

Al-Bukhari, Muhammad ibn Ismail, Al Jami as Sahih, The Book of Governmaent and Judiciary, Chap on Prohibition of asking of position, 7148

السنن ابی داود، كتاب الخراج والامارة والفیء، باب طلب الامارة، [18] ٢٩٣٠

Sunan Abī Dāwūd, The book of Kharaj, Emirate and Fay, chap. On demand of Emirate, 2930

القران ٤: ٥٩ [19]

Al-Quran 4:59

[20] القران ٤٢:٣٨

Al-Quran 38:42

[21] الماوردی، ابو الحسن علی بن محمد البغدادی، دارالحدیث، القاهرة، ۵۸/۱

Al Mawardi, Abu Al Hassan Ali ibn Muhammad Al Baghdadi, Dar al Hadith, Cairo, 1/58

[22] سعد اللہ، حافظ محمد، اسلامی ریاست اور غیر مسلم شہری، عکس پبلیکیشنز، لاہور، ۲۰۱۸، اشاعت اول، ص ۴۷۴

Saadullah, Hafiz Muhammad, Islamic State and its Non-muslim citizens, Aks Publications, Lahore, 2018, 1st edition, 474

[23] الموسوعة الفقهية (الكويت)، الطبعة الاولى، ۱۹۸۵ ء، ۱۳۱/ ۷

Al mouso'a al Fiqhiyyah (Kuwait), 1st edition, 1985AD, 131/7